معرفت کے حصول کے لئے نفس کو صاف کرو

حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں جماعت کو نصائح

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 مارچ 1998ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انورؒ نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝

(بنی اسرائیل:20، 21)

پھر فرمایا:

یہ آیات ہیں جن کی میں نے گزشتہ خطبہ میں اور اس سے پہلے بھی تلاوت کی تھی اور ان ہی کے تعلق میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات پیش کر رہا تھا جبکہ وقت ختم ہو گیا۔ اب وہیں سے میں اس مضمون کو اٹھا رہا ہوں اور دوبارہ ان آیات کی کسی تفسیر یا تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”متقی وہ ہے جو خدا کے نشان سے متقی ثابت ہو۔ ہر ایک کہہ سکتا ہے کہ میں خدا سے پیار کرتا ہوں مگر خدا سے پیار وہ کرتا ہے جس کا پیار آسمانی گواہی سے ثابت ہو۔ اور ہر ایک کہتا ہے کہ میرا مذہب سچا ہے۔ مگر سچا مذہب اُس شخص کا ہے جس کو اسی دنیا میں نور ملتا ہے۔ اور ہر ایک کہتا ہے کہ مجھے نجات ملے گی مگر اس قول میں سچا وہ شخص ہے جو

اسی دنیا میں نجات کے انوار دیکھتا ہے۔سوتم کوشش کرو کہ خدا کے پیارے ہو جاؤ۔ تاتم ہر ایک آفت سے بچائے جاؤ۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ:82)

جہاں تک مجھے یاد ہے اس مضمون کو بھی میں پہلے بیان کر چکا ہوں مگر پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے جو نشان ڈالا ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت غالباً نہیں پڑھی گئی مگر یہ مضمون بیان ہو چکا ہے اس لئے اس مضمون کو اس عبارت کے ساتھ دوبارہ پڑھنے کی بجائے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اور اقتباسات آج آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔فرماتے ہیں:

’’سواے دوستو اس اصول کو محکم پکڑو۔ ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔نرمی سے عقل بڑھتی ہے اور بُردباری سے گہرے خیال پیدا ہوتے ہیں۔‘‘

یہ ایک ایسی قطعی حقیقت ہے جس کو انسان ہر روز اپنی زندگی میں اپنے نفس میں ڈوب کر معلوم کر سکتا ہے لیکن اتنی ظاہر و باہر حقیقت بھی ان کو معلوم نہیں ہے کہ جب بھی انسان اپنے طیش یا جذبات کا غلام بنتا ہے تو عقل گدلی ہو جاتی ہے اور حقیقی عقل اس وقت نصیب ہوتی ہے جب انسان اپنے جذبات اور غصّوں سے نجات پا کر ان سے بالا ہو جاتا ہے۔غصّوں اور جذبات سے نجات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ غصّہ آئے ہی نہیں یا جذبات پیدا ہی نہ ہوں۔اگر غصّے اور جذبات کو انسانی معاملات میں سے نکال دیا جائے تو انسانی معاملات چلتے چلتے ٹھہر جائیں گے کیونکہ جذبات میں تمام محبتیں شامل ہیں اور غصّے میں بہت سی چیزوں کے دفاع شامل ہیں۔اگر غصّہ دل میں پیدا نہ ہو تو انسان کے دل میں دفاع کا خیال ہی نہیں اٹھتا۔اس لئے یہ مطلب نہ سمجھیں کہ غصّے اور جذبات کو اس طرح دل سے نکال پھینکیں کہ مٹی کا مادھو بن جائیں۔نہ غصّہ آئے، نہ جذبات اٹھیں، نہ زندگی کا کاروبار چلے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات کو اگر غور سے سمجھیں تو پھر آپ صحیح نتیجہ نکال سکیں گے۔جب بھی غصّہ اور جذبات کے آپ تابع ہوتے ہیں اور اس وقت ایک فیصلہ کر لیتے ہیں جو ان جذبات کے تابع ہوتا ہے اس کے نتیجہ میں، فوری فیصلہ کے نتیجہ میں ہمیشہ بے عقلی پیدا ہوتی ہے اور معاملات گدلا جاتے ہیں۔پس اصل تعلیم یہ ہے کہ جب بھی غصّہ پیدا ہو یا جذبات اٹھیں تو فوری قدم سے باز رہیں۔یہی نصیحت ہے حضرت اقدس محمد ﷺ کی جس میں فرمایا گیا ہے کہ جب

بھی غصّہ آئے تو پانی پی لو۔اب پانی پینے کے درمیان اور غصّہ کے درمیان وقفہ پڑ جائے گا اگر پھر بھی زائل نہ ہو تو لیٹ جاؤ۔تو وہ حدیث تفصیلی الفاظ میں تو اس وقت مجھے یاد نہیں لیکن مضمون یہی ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھا ہے۔

اس حدیث کی حکمت یہ ہے کہ جذبات یا غصّوں کے نتیجہ میں فوری عمل نہ کیا کرو، ٹھہر جایا کرو، دل پر غور کیا کرو۔ یہ ہے وقفہ جو فراست پیدا کرتا ہے اس وقفہ کے بغیر فراست پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ پس اپنے روزمرّہ کے دستور کو اس زریں نصیحت کے تابع کر لو کہ جب بھی کسی بات کی خواہش دل میں پیدا ہو، نظر اگر بکھر جائے اور اس کے نتیجہ میں جذبات پیدا ہوں، کوئی بھی کیفیت ہو اور کسی وجہ سے کسی سے تکلیف پہنچے اور غصّہ پیدا ہو تو ان کے صحیح ردّ عمل کی تلاش کرو۔ جو پہلا پیغام ہے وہ غلط ہوگا۔ اس پیغام پر کان نہ دھرو۔ اتنا وقفہ لو جتنا رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت سے ظاہر ہے۔ پھر جب غور کرو گے تو عقل میں ایک نئی چمک پیدا ہو جائے گی اور معرفت نصیب ہوگی۔ یہ مضمون ہے جس کو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ اس اصول کو محکم پکڑو۔ ”ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ نرمی سے عقل بڑھتی ہے۔“ یہ نرمی سے پیش آنا اس غور وخوض کے بعد کی نرمی ہے جس کی طرف میں اشارہ کر رہا ہوں ورنہ جہاں عقل کا تقاضا یہ تھا کہ کسی قوم سے سختی سے پیش آیا جائے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سختی سے بھی پیش آئے۔ تو اگر آپ اس عبارت کو نہیں سمجھیں گے تو آپ جہاں سختی کی ضرورت ہے وہاں سختی سے باز آجائیں گے حالانکہ مقتضائے حال کو پورا کرنا ہی فصاحت و بلاغت ہے یعنی جو بھی صورت حال کا تقاضا ہو اس کا صحیح جواب، یہ آپ کو فصیح و بلیغ بنائے گا، اس سے آپ کی عقل روشن ہوگی، اس سے آپ کو معرفت نصیب ہوگی۔ تو ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں آریہ قوم کے بعض گندے حملوں کے جواب میں سختی برتی ہے وہاں گویا آپ اپنی نصیحت ہی کو بھول رہے ہیں۔ نرمی سے پیش آنے کے درمیان وہ حدیث والا وقفہ شامل ہے تدبر اور غور وفکر والا وقفہ شامل ہے۔ اس کے بعد اکثر آپ کے دل کا فتویٰ یہ ہوگا کہ ان قوموں سے نرمی برتنی چاہئے پھر جو نرمی برتیں گے وہ عقل اور معرفت کی نرمی ہوگی۔ ”نرمی سے عقل بڑھتی ہے اور بردباری سے گہرے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔“ جب یہ سوچنے کا موقع ملتا ہے تو انسان گہرے معاملات میں اترتا ہے، اس کی تہہ تک پہنچتا ہے، پہچانتا ہے کہ عرفان کیا ہے اور سطحی باتیں کیا ہیں۔

''اور جو شخص یہ طریق اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

اب 'کشتی نوح' میں جس طرح کی عبارت ہے 'ہم میں سے نہیں ہے' یہ کتاب البریّہ جلد 13 صفحہ 17 سے بھی جو عبارت لی گئی ہے اس میں بھی یہی الفاظ ہیں ''وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' مطلب یہ ہے کہ میں جس طرح کی جماعت چاہتا ہوں وہ اس قسم کی جماعت میں شامل نہیں ہے۔

''اگر کوئی ہماری جماعت میں سے مخالفوں کی گالیوں اور سخت گوئی پر صبر نہ کر سکے تو اس کا اختیار ہے کہ عدالت کے رو سے چارہ جوئی کرے۔''

اب جہاں تک انصاف کا تقاضا ہے وہ ساتھ بیان فرما دیا۔ اگر کوئی گالیوں اور سخت گوئی پر صبر نہ کر سکے۔ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو نہیں کر سکتے تو لازماً نہیں کہ وہ غلط ہوں گے مگر وہ نسبتاً ایک ادنیٰ درجہ کے ممبران جماعت احمدیہ بنیں گے جبکہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو زیادہ اعلیٰ درجہ پر فائز دیکھنا چاہتے ہیں۔ ''ہم میں سے نہیں'' کہتے ہی ساتھ ان کی براءت بھی فرما دی۔

''اگر کوئی ہماری جماعت میں سے مخالفوں کی گالیوں اور سخت گوئی پر صبر نہ کر سکے تو اس کا اختیار ہے کہ عدالت کی رو سے چارہ جوئی کرے۔''

اس سے مراد بالکل واضح ہوگئی ہے کہ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف بدگوئی مراد نہیں ہے کیونکہ اس میں عدالتی چارہ جوئی کیسے کر سکتے ہیں۔ بالکل ظاہر ہے کہ اس کے نفس پر حملہ کیا گیا ہے اور نفس پر جو حملہ ہے اُس میں عام اور بالا تعلیم یہی ہے کہ وہ بدلہ نہ اُتارے۔ اگر وہ اپنے نفس پر حملہ کو برداشت کر جائے اور نہ اُتارے تو اُس کی عقل لازماً تیز ہوگی۔ اور اس کو وہ معرفت نصیب ہوگی جس کی مسیح موعود علیہ السلام بات فرما رہے ہیں۔ تو عدالتی چارہ جوئی نے اس بات کو خوب کھول دیا کہ جس لازمی صبر کی تعلیم دی جا رہی وہ نفس کے خلاف صبر ہے لیکن وہ مقامات جہاں مسیح موعود علیہ السلام نے سختی فرمائی ہے وہ اپنے نفس کے خلاف نہیں تھے۔ سارے وہ مقامات ہیں جو رسول اللہ ﷺ پر حملہ کے خلاف تھے اور اُن میں کسی عدالتی چارہ جوئی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ فرمایا:

''اختیار ہے کہ عدالت کے رو سے چارہ جوئی کرے۔ مگر یہ مناسب نہیں ہے کہ سختی کے مقابل پر سختی کر کے کسی مُفسدَہ کو پیدا کریں۔''

بہت سی عدالتی کارروائیاں جو میرے علم میں آئی ہیں، جماعت کے اندر بھی جاری ہوتی رہتی ہیں، وہ اسی مضمون کو نہ سمجھنے یا سمجھنے کے باوجود اس پر عمل نہ کرنے کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ فرمایا:

''یہ تو وہ وصیّت ہے جو ہم نے اپنی جماعت کو کردی اور ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اُس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں جو اس پر عمل نہ کرے۔''

(کتاب البریّہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ:17)

ایک طرف اس کا بنیادی حق بھی رکھ دیا اس کو بھی کھول دیا لیکن اگر ان باتوں کو سننے کے باوجود وہ اپنے حق استعمال کرنے پر زور دیتا ہے تو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ مقصد ہے کہ اپنی وہ جماعت جو آپ کے تصور کی جماعت ہے، جو اعلیٰ درجہ کے مخلصین کی جماعت ہے، جو حقیقت میں آپ کے فرمانبردار ہیں اگر اس گروہ میں داخل ہونا چاہتا ہے تو پھر اس گروہ میں داخل نہیں ہو سکے گا، حق استعمال کرتا ہے تو کرے۔ ''ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں جو اس پر عمل نہ کرے۔'' اب خارج کرنے کا مضمون بھی غور طلب ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے افراد کو رسمی طور پر جماعت سے خارج نہیں کیا اس لئے آج کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں شخص یہ کرتا ہے اور فلاں شخص یہ کرتا ہے اور آپ نے اس کے جماعت سے خارج ہونے کا اعلان نہیں کیا۔ کب ان لوگوں کے جماعت سے خارج ہونے کا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلان فرمایا تھا۔ پس یہ خارج ہونا معنوی ہے۔ یہ خارج کرنے کی کوئی رسمی کارروائی نہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسے افراد کے خلاف کوئی رسمی کاروائی نہیں کی جبکہ کثرت سے آپ کے بیانات اور ملفوظات اور تحریرات میں جماعت میں ایسے لوگوں کے رہنے کا ذکر ملتا ہے جو اس قسم کی بیہودہ حرکتیں کرتے ہیں اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دل آزاری کا موجب بنتے ہیں ان کو جماعت سے باہر کرنے کی کارروائی نہیں ہوئی۔ پھر یہاں باہر کا کیا مطلب ہے۔ وہی جو میں بیان کر رہا ہوں کہ عملاً خدا کے نزدیک وہ لوگ مسیح موعود کی پاک جماعت سے باہر شمار ہوں گے اور یہ بہت بڑا ایک خطرہ ہے جو اگر انسان سمجھ جائے تو لازماً اس خطرہ سے بچنے کی کوشش کرے گا اور لازم ہے کہ ایسا شخص اپنی اس زندگی میں اور اُس زندگی میں دونوں میں فلاح پا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس الحکم جلد 12 نمبر 32 مؤرخہ 10 مئی 1908ء صفحہ نمبر 3 پر درج ہے۔ فرماتے ہیں:

''فلاح وہ شخص پاوے گا جو اپنے نفس میں پوری پاکیزگی اور تقویٰ طہارت پیدا کرلے۔''

پس وہ لوگ تھے جن کا ذکر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے تھے کہ ہماری جماعت میں سے نہیں اور جن جماعت کے لوگوں کو آپ مفلحین کے گروہ میں شمار ہوتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں ان کی یہ تفصیل ہے۔

''جو اپنے نفس میں پوری پاکیزگی اور تقویٰ طہارت پیدا کرلے اور گناہ اور معاصی کے ارتکاب کا کبھی بھی اس میں دورہ نہ ہو۔ اور ترک شر اور کسب خیر (یعنی شر والی باتوں کو ترک کرنا، اس کو چھوڑ دینا اور کسب خیر، محنت کر کے اچھی باتوں کو کمانا) کے دونوں مراتب پورے طور سے یہ شخص طے کرلے تب جا کر کہیں اسے فلاح نصیب ہوتی ہے۔ (جو معاملہ شروع میں آسان دکھائی دے رہا تھا غور کرو تو کتنا مشکل دکھائی دینے لگ گیا ہے۔) ایمان کوئی آسان سی بات نہیں جب تک انسان مر ہی نہ جاوے جب تک کہاں ہوسکتا ہے کہ سچا ایمان حاصل ہو۔''

(الحکم جلد 12 نمبر: 32 صفحہ: 3 مؤرخہ 10 مئی 1908ء)

اب یہ مر جانا پچھلی ساری عبارات سے ظاہر ہے کہ انسان اگر موت ہی عائد کرلے اپنے پر، غصّہ کو کنٹرول کرے، جذبات پر قابو پالے، ہر ترک شر کرے، ہر کسب خیر کرے تو دُنیا سے وہ مر گیا۔ ایک نیا وجود ظاہر ہوا ہے جو اس دُنیا میں رہتے ہوئے کسی اور دُنیا میں زندہ ہے۔ یہ باتیں ہیں جن کو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ ''انسان مر ہی نہ جاوے تب تک کہاں ہوسکتا ہے کہ سچا ایمان حاصل ہو۔''

بدر جلد 7 نمبر 19، 20 مؤرخہ 24 مئی 1908ء صفحہ 5 تا 6 سے ایک اور عبارت بھی لی گئی ہے۔

''جب انسان محض اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے جذبات کو روک لیتا ہے تو اس کا نتیجہ دین و دنیا میں کامیابی اور عزت ہے۔ فلاح دو قسم کی ہے تزکیہ نفس حسبِ ہدایت نبی کریم ﷺ کرنے سے آخرت میں بھی نجات ملتی ہے اور دنیا میں بھی آرام ہوتا ہے۔''

یہ تو ایک ایسی قطعی حقیقت ہے کہ ہر انسان روز مرّہ کی زندگی میں اس کو پرکھ سکتا ہے۔ جب بھی کسی انسان کو دکھ پہنچنا ہو، خطرات درپیش ہوں تو سوائے رسول اللہ ﷺ کی پناہ کے جو الٰہی پناہ ہے

اور کوئی پناہ اس کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ جو معاملات وہ طے کرتا ہے غور کرے اور ٹھہرے اور سوچے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے موقعوں پر کیا تعلیم دیتے ہیں۔ وہ تعلیم اس کی حفاظت کرے گی اور اگر کوئی دکھ پہنچ بھی جائے تو اس دکھ کے بداثر سے نجات کے لئے بھی وہی تعلیم ہے جو اثر انداز ہو گی۔ مجھے کل ایک فون ملا کہ میرا بھائی، پیارا بھائی فوت ہو گیا۔ فلاں دو چھوٹے چھوٹے بچے پیچھے چھوڑ دئے۔ فلاں عزیز فوت ہو گیا، فلاں عزیز فوت ہو گیا اب میں کیا کروں۔ ان سے میں نے یہی عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات کی پناہ میں آجائیں کیونکہ اس صدمہ کو کم کرنے کے لئے جب تک حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور نہ باندھا جائے یہ صدمہ کم نہیں ہو سکتا بلکہ بلائے جان بن جائے گا اور بجائے اس کے کہ ان لوگوں کو آپ واپس بلا سکیں آپ کو وہاں جانا ہو گا جہاں یہ لوگ پہنچ کر خوش ہیں لیکن آپ خوش نہیں ہوں گے کیونکہ جو آپ نے رویّہ اختیار کیا ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات کے بالکل برعکس ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنے بے شمار صدمے پہنچے ہیں، ہر صدمہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی پناہ میں آئے ہیں اور یہ پناہ اس یقین سے ملتی ہے کہ یہ دُنیا عارضی ہے اور اُس دُنیا میں ہم نے جانا ہی ہے۔ اس لئے ہر صدمہ کے موقع پر سچا صبر اُس دُنیا میں جانے کا سفر آسان کر دیتا ہے اور انسان یہاں رہتے ہوئے بھی ایک قسم کا بے تعلق ہو جاتا ہے۔ یعنی بے تعلق ان معنوں میں نہیں کہ دُنیا کو بالکل تج کر دے اور چھوڑ دے بلکہ بے تعلق ان معنوں میں ہو جاتا ہے کہ انسان کو اپنے ساتھ، اپنے اندر بستا ہوا دیکھتا تو ہے لیکن اس کے تصورات، اس کے خیالات ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں اور بنی نوع انسان سے حسن سلوک جاری رکھتا ہے، اس طرح نہیں کرتا کہ الگ ہی ہو جائے۔ پس دُنیا میں بھی کامیابی ہے اور آخرت میں بھی کامیابی ہے۔

”فلاح دو قسم کی ہے تزکیہ نفس حسب ہدایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرنے سے آخرت میں بھی نجات ملتی ہے اور دنیا میں بھی آرام ہوتا ہے۔ (پھر فرمایا:) گناہ خود ایک دکھ ہے۔ وہ بیمار ہیں جو گناہ میں لذت پاتے ہیں۔ بدی کا نتیجہ کبھی اچھا نہیں نکلتا۔ بعض شرابیوں کو میں نے دیکھا ہے کہ انہیں نزول الماء ہو گیا، مفلوج ہو گئے، رعشہ ہو گیا، سکتہ سے مر گئے۔ خدا تعالیٰ جو ایسی بدیوں سے روکتا ہے تو لوگوں کے بھلے کے لئے۔ جیسے ڈاکٹر اگر (کسی مریض کو) کسی بیمار کو پرہیز بتاتا ہے تو اس میں بیمار کا فائدہ ہے نہ کہ ڈاکٹر کا۔“

پس یہ ساری نصیحتیں جو آپ کو کی جاتی ہیں یا آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصائح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں آپ سنتے ہیں تو اس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام یا حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بھی ذاتی فائدہ نہیں ہے۔ آپ کا فائدہ ہے اگر اس نسخہ پر عمل کریں تو آپ کو فائدہ پہنچے گا لیکن عام تیماردار اور ان روحانی تیمارداروں کے درمیان ایک فرق بھی ہے۔ یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُنیا کے تیماردار کا حوالہ دیا ہے کہ اگر ایسا شخص طبیب کی بات نہیں مانتا تو طبیب کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا مگر خدا کے بندے، حقیقی بندے جو نبوت کے مقام پر فائز ہوتے ہیں ان کو ذاتی نقصان کا احساس ضرور ہوتا ہے، طبیب کو ہو یا نہ ہو کیونکہ جب بھی وہ کسی خدا کے بندے کو ضائع ہوتے دیکھتے ہیں تو تکلیف پہنچتی ہے اس لئے یہ نقصان تو ضرور ان کو پہنچتا ہے جو عام دُنیا کے طبیب کو اکثر نہیں پہنچتا۔

''پس فلاح جسمانی وروحانی پانی ہے۔ (آسمان سے اترنے والا ایک پانی ہے جس کو میں فلاح جسمانی قرار دیتا ہوں۔ یعنی مسیح موعود علیہ السلام قرار دیتے ہیں) تو (تم) ان تمام آفات ومنہیات سے پرہیز کرو۔ نفس کو بے قید نہ کرو کہ تم پر عذاب نہ آجائے۔''

نفس کی بے قیدی کے نتیجہ میں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچ سکتی ہیں جن کا ذکر پہلے گزرا ہے۔ ہر قسم کی ایسی عادات جو مضر صحت ہیں اگر ان کو کھلی ڈھیل دی جائے تو عجب نہیں کہ ان بدنتائج کو پیدا کریں۔

''اللہ تعالیٰ نے کمال رحمت سے سب دکھوں سے بچنے کی راہ بتا دی۔ اب کوئی اگر ان دکھوں سے، ان گناہوں سے نہ بچے تو اسلام پر اعتراض نہیں ہوسکتا۔''

(البدر جلد 7 نمبر 19، 20 صفحہ: 5، 6 مؤرخہ 24 مئی 1908ء)

پھر البدر جلد 3 نمبر 27، مؤرخہ 16 جولائی 1904ء صفحہ 4 میں آپ نے یہ نصیحت فرمائی:

''یہ انسان کی خوش قسمتی ہے کہ قبل از نزول بلا وہ تبدیلی کر لے، لیکن اگر کوئی تبدیلی نہیں کرتا اور اس کی نظر اسباب اور مکر وحیلہ پر ہے تو سوائے اس کے کہ وہ اپنے ساتھ گھر بھر کو تباہ کر دے اور کیا انجام بھوگ سکتا ہے۔''

اب یہ باتیں اچھی طرح پیش نظر رکھیں کہ بعض دفعہ ایک انسان کی غلطی اس کے گھر کو بھی برباد کر دیا کرتی ہے۔ فرمایا خوش قسمتی ہے کہ نزول بلا سے پہلے وہ تبدیلی کر لے۔ اگر کوئی تبدیلی نہیں کرتا اور اس

کی نظر اسباب اور مکر و حیلہ پر ہے یعنی اپنے نفس کی خرابیوں سے توبہ نہیں کرتا اور دبے ہوئے نفس کی مکروہات کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا اپنا نفس ہے جس نے اس کے گرد و پیش خطرات پیدا کر دیئے ہیں۔ اگر کوئی ایسا شخص ہو جو سمجھتا ہو کہ میری چالاکیوں سے یہ خطرات میرے نفس کے اندر دب جائیں گے اور بیرونی اثر ظاہر نہیں کریں گے یہ مکر و حیلہ سے بچنے کی کوشش ہے۔ مکر و حیلہ سے اس طرح بچنے کی کوشش سے ان کو کوئی بھی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ ان مضرّات سے نقصان ضرور پہنچے گا اور چونکہ وہ اپنی آنکھیں بند کئے بیٹھا ہے اس لئے اس کے گھر میں جو بھی بستے ہیں اس کے نقصان سے وہ بھی حصّہ پائیں گے۔ تو بعض لوگوں کو اپنی فکر نہیں اپنے بیوی بچوں کی فکر ہوتی ہے۔ ان کا حوالہ دیتے ہوئے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

”سوائے اس کے کہ وہ اپنے ساتھ گھر بھر کو تباہ کر دے اور کیا انجام بھوگ سکتا ہے کیونکہ مرد گھر کا کشتی بان ہوتا ہے اگر وہ ڈوبے گا تو کشتی بھی ساتھ ہی ڈوبے گی اسی لئے کہا اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ۔ (النساء:35) (کہ مرد عورتوں کے اوپر قوّام ہوتے ہیں ان کو سیدھا رکھنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ ایسی صلاحیتیں عطا کئے گئے ہیں کہ وہ عورتوں کو اگر وہ واقعۃً الٰہی تعلیم پر چلیں سیدھا رکھ سکتے ہیں اور سیدھے رستے پر چلا سکتے ہیں۔) اُسی کی رستگاری کے ساتھ اُس کے اہل و عیال کی رستگاری ہے۔ (اگر اللہ تعالیٰ آزادی کے، بھلائی کے سامان پیدا نہ کرے تو اس کے اہل و عیال کی بھلائی کے سامان بھی پیدا نہیں ہو سکتے۔) وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا (الشمس:16) سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کو اُن کے پس ماندوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے (اور) اُس وقت اُس کی بے نیازی کام کرتی ہے۔“

(البدر جلد 3 نمبر 27 صفحہ:4 مؤرخہ 16 جولائی 1904ء)

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا میں یہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کو گویا ان کی ہلاکت کی کوئی بھی پرواہ نہیں۔ یہاں بھی جو اس آیت کا سیاق و سباق جانتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ان نفوس کے متعلق فرمایا گیا ہے جو اپنے نفس کو نیچے اتارتے ہیں اور دبا کر ان کی بدی سے بچنے کی کوشش اس طرح کرتے ہیں کہ وہ بالکل اندر دب جائے اور اس کا کوئی شر بھی باہر نہ نکلے حالانکہ نفس کو جتنا چاہیں دبائیں اس کی خیر بھی باہر نکلتی ہے، اس کا شر بھی باہر نکلتا ہے۔ تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا کی آیت کی طرف اشارہ فرما دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی شرارتوں، اپنے کینوں، اپنی گندگیوں کو اندر دبا کر ان کے شر کے پھیلنے سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا وہ شر ضرور پھیلے گا اور ان کے لئے نقصان کا موجب بنے گا۔

الحکم جلد 6 نمبر 39 صفحہ 10 مؤرخہ 31 اکتوبر 1902ء میں درج ہے:

”خدا تعالیٰ نے ایک خاص قانون اپنے برگزیدوں اور راستبازوں کے لئے رکھا ہوا ہے۔ وہ ایسا ٹیکہ ہے کہ اس میں نہ نشتر کی ضرورت ہے نہ اس میں تپ آتا ہے۔ جب کوئی اس کی شرائط کو پورا کرنے والا ہو تو وہ خدا کے سایہ میں آ جاتا ہے۔ تم اسے اختیار کرو تا تم ضائع نہ ہو۔ ہر شخص جو اس کو سمجھے وہ دوسرے کو سمجھاوے۔“

اب بلاؤں اور وباؤں سے بچنے کے لئے دُنیا میں ٹیکوں کا رواج ہے اور ٹیکے خود بھی اپنی ذات میں نقصان پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ نشتر لگتا ہے، سوئی چبھتی ہے اور انسان تکلیف محسوس کرتا ہے پھر اس کے بعد تپ آ جایا کرتا ہے۔ اکثر ٹائیفائیڈ کے ٹیکے لگانے والے بڑی مصیبت سے گزرتے ہیں۔ بعض دفعہ چیچک کا ٹیکہ بگڑے تو اس سے بھی بہت تکلیف پہنچتی ہے۔ تو فرمایا میں ایک ایسے ٹیکہ کی بات کر رہا ہوں جو کوئی بھی تکلیف تمہیں نہیں پہنچائے گا۔ نہ نشتر لگے گا، نہ تپ آئے گا۔

”تم اسے اختیار کرو تا تم ضائع نہ ہو۔ ہر شخص جو اس کو سمجھے وہ دوسروں کو سمجھاوے اور حاضر غائب کو پہنچاوے تا کہ کوئی دھوکہ نہ کھاوے۔“

یہ وہ نصیحت ہے جس کو اب ہمیں عام کرنے کی ضرورت ہے۔ جو حاضر ہیں، جو سن رہے ہیں وہ غائبوں تک ان باتوں کو کرنا شروع کر دیں۔ محض اپنے دل کی حدود تک نہ رکھیں بلکہ زبان سے نکالیں اور اردگرد ماحول کو یہ نصیحت کریں جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے:

”یاد رکھو محض اسم نویسی سے کوئی جماعت میں داخل نہیں جب تک وہ حقیقت کو اپنے اندر پیدا نہ کرے۔ آپس میں محبت کرو۔ اتلاف حقوق نہ کرو۔ اور خدا کی راہ میں دیوانہ کی طرح ہو جاؤ۔ تا کہ خدا تم پر فضل کرے۔ اُس سے کچھ باہر نہیں (ہے)۔“

(الحکم جلد 6 نمبر 39 صفحہ: 10 مؤرخہ 31 اکتوبر 1902ء)

وہ جو ٹیکہ وہ یہ ٹیکہ ہے جس کی بات اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں

تمہارا نام میری جماعت میں لکھا جائے تو یہ اسم نویسی ہے جیسے بیعت کے فارموں پہ نام لکھے جاتے ہیں، جماعت کی فہرستوں میں اسماء لکھے جاتے ہیں۔فرمایا یہ تو اسم نویسی ہے اس سے کوئی جماعت میں داخل نہیں۔ یہ خیال کر لینا کہ تجنید کی فہرستوں میں ہمارا نام ہے اور یہ سمجھ لینا کہ چونکہ تجنید میں نام ہے اس لئے ہم جماعت میں داخل ہیں۔فرمایا یہ غلط بات ہے اس کو نام لکھنا کہتے ہیں۔ پس اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ہاں جب تک وہ حقیقت کو اپنے اندر پیدا نہ کرے۔اسم نویسی کے بعد جو احمدیہ جماعت کی حقیقت ہے جسے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کھول کھول کر بیان فرماتے ہیں اس حقیقت کو اپنے اندر جب تک پیدا نہ کرے اس اسم نویسی کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ حقیقت کیا ہے آپس میں محبت کرو۔اتلاف حقوق نہ کرو۔؟ آپس میں محبت کرو اور اتلاف حقوق نہ کرو ایک ہی چیز کے دو پہلو ہیں۔جس سے آپ کو پیار ہو اس کا حق تلف تو نہیں کرتے۔کبھی ماؤں کو دیکھا ہے کہ بچوں کے حقوق تلف کر رہی ہوں۔جاہل ہی ہوں گی وہ مائیں جو بچے کے منہ سے لقمہ چھین کر خود کھا جائیں۔ جو بچے کا حق ہے وہ بچے کو دیتی ہیں بلکہ اپنے منہ کا لقمہ چھوڑ کر بچے کے منہ میں ڈال دیتی ہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرما رہے ہیں محبت کرو، اتلاف حقوق نہ کرو۔محبت کی پہچان یہ ہوگی کہ تم کسی کے حقوق تلف نہ کرو اور حقوق نہیں تلف کرو گے تو اپنے حقوق دوسروں کو دینے کے لئے امکان پیدا ہو جائے گا۔

حقوق نہ تلف کرنا محبت کا پہلا تقاضا ہے لیکن اپنے حقوق تلف کرنا محبت کا دوسرا تقاضا ہے۔ پس ان دونوں پہلوؤں سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس ہدایت کو سمجھیں۔ دوسروں سے محبت کریں یعنی ان کے حقوق تلف نہ کریں اور ان کی خاطر اپنے حقوق تلف کریں۔ یہ تو ایک دیوانگی کی بات ہے۔انسان کسی کے حقوق تلف نہ کرے وہ تو ٹھیک ہو گیا مگر اپنے حقوق کیوں تلف کرے۔فرمایا:''خدا کی راہ میں دیوانہ کی طرح ہو جاؤ۔'' یہ تب ہی ممکن ہے کہ اگر آپ اللہ کی محبت کی وجہ سے دیوانہ سے بن جائیں اور یہ بظاہر دیوانگی کی باتیں ہیں۔ماں کا بچہ سے ایک رشتہ ہے جس کے تقاضے وہ نظر انداز نہیں کر سکتی مگر آپ کا تو بنی نوع انسان سے اس قسم کا خونی رشتہ نہیں ہے اور اگر آپ عقل کریں تو وہ تقاضے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ پس جب تک دیوانوں کی طرح خدا کی راہ میں نہ ہو جاؤ یہ ماں والے رشتے تمام بنی نوع انسان سے قائم کئے ہی نہیں جا سکتے۔'' دیوانہ کی طرح

ہو جاؤ تا کہ خدا تم پر فضل کرے، اس سے کچھ باہر نہیں (ہے)۔‘‘ اب یہ ہماری تربیت کے لئے ایک بڑا عظیم الشان لائحہ عمل ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرما دیا اور اس کی باریک راہوں سے ہمیں آگاہی فرمائی۔ فرمایا:

’’میں تمہیں بار بار نصیحت یہی کرتا ہوں کہ تم ایسے پاک صاف ہو جاؤ جیسے صحابہؓ نے اپنی تبدیلی کی۔ انہوں نے دنیا کو بالکل چھوڑ دیا گویا ٹاٹ کے کپڑے پہن لئے۔ اسی طرح تم اپنی تبدیلی کرو۔‘‘

(الحکم جلد 6 نمبر 39 صفحہ: 9 مؤرخہ 31 اکتوبر 1902ء)

اب یہ نہیں فرمایا کہ دُنیا کو چھوڑ دیا اور ٹاٹ کے کپڑے پہن لئے کیونکہ صحابہ میں بڑے بڑے خوش پوش صحابہ کا ذکر ملتا ہے جو اللہ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پیارے تھے۔ خود حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوش پوشی کا ذکر ملتا ہے۔ بعض دفعہ باہر سے کوئی بہت اعلیٰ درجہ کا خوب صورت دلکش تحفہ آیا تو آپ نے وہ پہن لیا یہ بھی شکر کا ایک اظہار ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے پہلے قطرہ کو جیسے انسان زبان پر لیتا ہے وہی محبت ہے جس کا یہاں ذکر چل رہا ہے۔ تو فرمایا: ’’جیسے صحابہؓ نے اپنی تبدیلی کی۔ انہوں نے دُنیا کو بالکل چھوڑ دیا گویا ٹاٹ کے کپڑے پہن لئے‘‘۔ ’’گویا ٹاٹ کے کپڑے‘‘ پہننے کا مطلب ہے کہ اگر خدا طلبی سے غربت اختیار کرنی پڑے اور دُنیا ہاتھ سے جاتی رہے، دُنیا کے مال و دولت نہ رہیں اور واقعۃً ٹاٹ پہننا پڑے تب بھی اس کی کوئی پرواہ نہیں کرنی۔ ٹاٹ پہننے کے لئے اپنے آپ کو ذہنی طور پر اور قلبی طور پر تیار رکھنا یہ مضمون ہے جو یہاں بیان ہو رہا ہے۔ اگر آپ تیار رکھیں گے تو گویا ٹاٹ کے کپڑے پہن لئے۔ خدا کے نزدیک وہ قربانی جو آپ سے لی نہیں گئی لیکن ذہنی طور پر آپ تیار ہیں وہ اللہ کے نزدیک ایسی ہی ہے جیسے ہو گئی اور اکثر اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے یہی سلوک ہوتا ہے۔ مطالبہ کرتا ہے یہ کرو، وہ کرو، جو بہت سخت بھی ہوتے ہیں، نرم بھی ہوتے ہیں لیکن جو قلبی طور پر تیار ہو جائے کہ میں ان مطالبوں کو بالآخر پورا کروں گا اللہ کے ہاں وہ ایسا ہی لکھا جاتا ہے جیسے اس نے وہ مطالبات پورے کر دیئے۔ پس ٹاٹ کے کپڑوں کے تعلق میں آپ کو اپنے سوٹ اور گاؤن بدلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ سب اتار کے پھینک دیں اور واقعۃً ٹاٹ کی سلائیاں شروع کر دیں۔ ہاں یہ ارادہ رکھیں اور اس میں پختہ ہوں، اس میں نیت بالکل

پاک اور صاف ہو کہ خدا کی قسم اگر اس کی خاطر ہمیں ان تمام خوبصورت لباسوں کو آگ میں جھونکنا پڑے تو ہم جھونک دیں گے۔تن ڈھانکنا ہے تو ٹاٹ سے ڈھانک لیں گے کیونکہ تن تو بہر حال ڈھانکنا ہے لیکن اللہ کی رضا کو نظر انداز نہیں کریں گے۔اس چھوٹے سے خوبصورت فقرہ میں یہ سارا مضمون بیان فرما دیا گیا۔اب کس خدا کی خاطر قربانیاں ہیں جس کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ ہمارے حواس خمسہ اس تک پہنچ نہیں سکتے۔وہ غیب میں ہے اور غیب کے لئے حاضر کی قربانی ایک بہت بڑا مشکل مضمون ہے۔انسان حاضر پر غیب کو قربان کرتا ہے مگر غیب پر حاضر کو قربان نہیں کیا کرتا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کے غیب ہوتے ہوئے حاضر مضمون کو بیان فرما رہے ہیں کس کی خاطر تم یہ کام کرو گے۔

’’وہ خدا جو آنکھوں سے پوشیدہ (ہے) مگر سب چیزوں سے زیادہ چمک رہا ہے جس کے جلال سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں۔وہ شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا اور ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے۔سو اس سے ڈرو اور ہر ایک بات سمجھ کر کہو۔تم اس کی جماعت ہو جن کو اس نے نیکی کا نمونہ دکھانے کے لئے چنا ہے۔‘‘

’’تم اس کی جماعت ہو جن کو اس نے نیکی کا نمونہ دکھانے کے لئے چنا ہے۔‘‘یہاں غالباً ’’جن کو‘‘ کا لفظ جماعت پر اطلاق پا رہا ہے کیونکہ اُس کا لفظ واحد میں ہے۔اُس سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں تم اس کی جماعت ہو جن کو یعنی اِس جماعت کو اُس نے یعنی اللہ تعالیٰ نے نیکی کا نمونہ دکھانے کے لئے چنا ہے۔

’’سو جو شخص بدی نہیں چھوڑتا اور اس کے لب جھوٹ سے اور اس کا دل ناپاک خیالات سے پرہیز نہیں کرتا وہ اِس جماعت سے کاٹا جائے گا۔‘‘

کاٹا جانے کے متعلق ایک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فقرہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں ’’میری جماعت میں سے نہیں ہے‘‘ لیکن کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس فقرہ کے دائرہ میں آتے ہیں، اس اظہار کے دائرہ میں آتے ہیں جو فوری طور پر تو کاٹے ہوئے دکھائی نہیں دیتے اور کوئی جماعت کی کارروائی ان کے خلاف نہیں ہوتی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انذار ضرور ان کے حق میں پورا اترتا ہے۔وہ رفتہ رفتہ دور ہٹتے ہٹتے واقعۃً جماعت سے کاٹے جاتے ہیں یا خود اپنے آپ کو

جماعت سے کاٹ لیتے ہیں۔ یہ سلسلہ روز جاری ہونے والا سلسلہ ہے۔ ہر روز ایسے انسانوں کی خبر ملتی رہتی ہے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے تقاضوں کو نظر انداز کر دیا تو آخری باتیں ضرور پوری ہوئیں جن سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ڈرایا تھا۔

”اے خدا کے بندو! دلوں کو صاف کرو۔“

دل ہی ہیں جو ہر صفائی، ہر برائی کی پہلی آماجگاہ ہیں۔ یہاں اگر جھاڑو پھیرا جائے گندگیوں سے تو پھر پاک دل اس سے نکلے گا جس میں خوبیاں آکر اپنی جگہ بنالیں گی۔ پس یہ بات میں بار بار کہتا ہوں اور کہتا چلا جاتا ہوں اور یہ بات ہر ایک کی سمجھ میں آجانی چاہئے مگر لفظوں میں سمجھ میں آجاتی ہے، عمل کچھ نہیں ہوتا یا ہوتا ہے تو بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ اس لئے مجھے یہ باتیں دوہرانے دیں۔ جتنا دوہراؤں گا کبھی نہ کبھی، کسی نہ کسی کو تو خیال آجائے گا کہ میں سنتا تو ہوں مگر ان باتوں پر عمل نہیں کرتا اس لئے اس دوہرانے سے فائدہ ہے۔ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى (الاعلیٰ:10) کا یہی مضمون ہے۔ فرمایا:

”اے خدا کے بندو! دلوں کو صاف کرو اور اپنے اندرونوں کو دھوڈالو۔“

جیسے بعض دفعہ بعض عورتوں کو جنون ہوتا ہے وہ ہر وقت گھر کے اندر وغیرہ دھوتی رہتی ہیں اور اپنا اندر نہیں دھوتیں۔ فرمایا:

”اپنے اندرونوں کو دھوڈالو۔ تم نفاق اور دورنگی سے ہر ایک کو راضی کر سکتے ہو۔“

دکھاوے کی زندگی، باہر کی صفائی، اندرونے کو بھول جانا، اس سے ہوسکتا ہے تم ہر ایک کو راضی کرلو اور وہ تمہیں اور تمہارے گھر کو بہت شفاف اور چمکتا ہوا دیکھے۔ سب کو کرسکو گے، مگر خدا کو نہیں۔

”خدا کو اس خصلت سے غضب میں لاؤ گے۔“

اب دُنیا راضی ہو رہی ہے اور بہت خوش ہو رہی ہے بہت اچھا آدمی ہے، بہت اچھی عورت ہے۔ اتنا صاف ستھرا آدمی، اتنی صاف ستھری عورت، گھر پاک وصاف اور یہی بات جو دُنیا میں تمہاری مدح کا موجب بن رہی ہے خدا کے غضب کو بھڑکانے کا موجب بنتی ہے۔

”خدا کو اس خصلت سے غضب میں لاؤ گے۔ اپنی جانوں پر رحم کرو اور اپنی ذریت کو ہلاکت سے بچاؤ۔ کبھی ممکن ہی نہیں کہ خدا تم سے راضی ہو حالانکہ تمہارے دل میں اس سے زیادہ کوئی اور عزیز بھی ہے۔“

وہی ٹاٹ کے کپڑوں والی بات کہ دل میں اگر کوئی عزیز ہے تو جب ابتلا میں پڑو گے تو وہ عزیز خدا پر غالب آجائے گا۔ اگر دل میں کوئی اور عزیز ہے سے مراد یہ نہیں ہے کہ کوئی اور پیارا ہے۔ بے شمار پیارے ہوں گے، بے شمار دل میں عزیز ہوں گے مگر خدا کے مقابل پر اگر کوئی دل میں عزیز ہے تب تم خدا کی نظر میں پیارے نہیں ہو سکتے۔

''اس کی راہ میں فدا ہو جاؤ اور اس کے لئے محو ہو جاؤ اور ہمہ تن اس کے ہو جاؤ۔''

(راز حقیقت، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ:156، 157)

''اس کی راہ میں فدا ہو جاؤ اور اس کے لئے محو ہو جاؤ اور ہمہ تن اس کے ہو جاؤ۔'' یہ سارے عشق کے منازل ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کھول رہے ہیں۔

اب ایک لمبی تحریر ہے جو اس لحاظ سے بہت دلچسپ ہے کہ چلتے چلتے آسٹریلیا کے ایک سیاح سے باتیں کرتے ہوئے اس کو نصیحتیں فرمائی جارہی ہیں۔ صبح سیر کے وقت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب روانہ ہوئے تو آسٹریلیا سے آیا ہوا ایک سیاح تھا وہ بھی ساتھ چل پڑا یا اسے دعوت دے دی گئی ہوگی اور اس دورانِ سیر اُس سے جو گفتگو ہوئی یہ دوسرے ساتھیوں نے، سننے والوں نے بعد میں فوراً قلمبند کرلی۔ پس یہ گفتگو ان الفاظ میں ہے۔

''دیکھو اگر کوئی شخص کسی حاکم کے سامنے کھڑا ہو۔ (یہ آسٹریلین سیاح سے فرمارہے ہیں) دیکھو اگر کوئی شخص کسی حاکم کے سامنے کھڑا ہو اور اس کا کچھ اسباب متفرق طور پر پڑا ہوا ہو تو یہ کبھی جرأت نہیں کرے گا کہ اس اسباب کا کوئی حصّہ چرالے خواہ چوری کے کیسے ہی قوی محرّک ہوں۔''

مالک سامنے کھڑا ہو تو اس کا اسباب بکھرا پڑا ہو یہ عموماً سیاح کے اوپر اطلاق ہونے والی بات ہے کیونکہ کسی کے گھر میں تو سامان بکھرا ہوتا یا وہ سفر پر روانہ ہونے والا ہے یا سفر سے آیا ہے تو اس سیاح کو مخاطب کر کے یہ فقرہ دیکھیں کتنا اس کی صورت حال پر اطلاق پانے والا ہے جس کو وہ اپنے تجربہ سے خود سمجھ سکتا ہے۔

''اس کا کچھ اسباب متفرق طور پر پڑا ہوا ہو تو یہ (شخص) کبھی جرأت نہیں کرے گا کہ اس اسباب کا کوئی حصّہ چرالے خواہ چوری کے کیسے ہی قوی محرّک ہوں اور وہ کیسا ہی اس

بدعادت کا مبتلا ہو۔ (یہ ہو نہیں سکتا اس کی نظر میں ہو اور اس کو چرا لے) مگر اس وقت اس کی ساری قوتوں اور طاقتوں پر ایک موت وارد ہو جائے گی۔“

مرنا جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اسی کی تشریح ہے کہ مرنے سے یہ مراد نہیں ہے بالکل مر مٹو۔ مرنے سے یہ مراد ہے کہ حاکم وقت یعنی اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہوتے ہوئے تم ایسی جرأت نہ کرو کہ گویا اس کا سامان چرا رہے ہو اور خدا کی مرضی کے خلاف عمل کی جسارت میں تمہارے اوپر ایک موت طاری ہوگئی۔ جیسے وہ بدکار، چور اُچکا مُردے کی طرح کھڑا رہے گا۔ مجال ہے اس کی، جو ہاتھ بڑھا کر مالک کی نظر میں رہتے ہوئے اسکا کوئی سامان چرائے۔

”موت وارد ہو جائے گی اور اسے ہرگز (یہ) جرأت نہ ہو سکے گی اور اس طرح پر وہ اس چوری سے ضرور بچ جائے گا۔ اسی طرح پر ہر قسم کے خطا کاروں اور شریروں کا حال ہے کہ جب انہیں ایسی قوت کا پورا علم ہو جاتا ہے جو اُن کی اس شرارت پر سزا دینے کے لئے قادر ہے تو وہ جذبات ان کے دب جاتے ہیں۔ یہی سچا طریق گناہ سے بچنے کا ہے۔“

اگر کوئی معصوم بچی اکیلی جا رہی ہو، اندھیرا ہو، کوئی دیکھ نہ رہا ہو، ایک بدبخت اس پر ہاتھ اٹھانے کی جسارت کر سکتا ہے لیکن اگر ایک قوی ہیکل، مضبوط مرد اس کے ساتھ چل رہا ہو جس کے مقابل پر اس کی کوئی حیثیت نہ ہو تو اتنی شرافت سے وہ نظریں نیچی کر کے گزرے گا کہ قوی ہیکل انسان کو وہم بھی نہیں ہوگا کہ اس کا کوئی بدارادہ ہے۔ نہایت مسکین بن جائے گا چال میں نرمی آ جائے گی۔ ذرا بچ کے، پہلو بچا کے جائے گا۔ وہ لطیفہ میں نے اُردو کلاس میں تو بتایا تھا لیکن یہاں پتا نہیں سنایا ہے کہ نہیں۔ ایک شخص نے اپنے اوپر کی منزل سے کچھ کیچڑ نیچے پھینک دیا۔ ایک گزرتے ہوئے آدمی کے اوپر جا پڑا۔ اس نے بڑے غصّہ سے للکار کر کہا بدبخت دیکھتا نہیں کون نیچے جا رہا ہے۔ تیری یہ مجال کہ مجھ پر کیچڑ پھینکا ہے۔ آؤ نہ ذرا باہر میں تیرا حال کروں۔ اُوپر سے جو آدمی آیا وہ بڑا قوی ہیکل، مضبوط پہلوان، اس کی آنکھوں سے شرارے نکل رہے تھے۔ اس کو دیکھتے ہی کہا فرمایئے آپ نے پھینکا تھا نا۔ یہ عاجز بندہ حاضر ہے کچھ اور بھی پھینکیں، اور بھی لطف اٹھائیں۔ اب یہ جو رویّہ ہے یہ قوی ہیکل کو دیکھنے کے بعد پیدا ہوا ہے۔ تو اگر کوئی انسان کسی طاقتور وجود کی موجودگی کا احساس کرے تو اس کے گناہ کی شوخی اسی طرح مٹ جائے گی جیسے اس کیچڑ میں بھرے ہوئے انسان کی مٹ گئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ تو کیچڑ

نہیں پھینکتا۔ اللہ تعالیٰ تو فضل پھینکتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نصائح تو پھولوں کی طرح اترتے ہیں اس کے باوجود آپ کا یہ حال ہو کہ ان پر سیخ پا ہوں اور اپنے وجود کو بدلنے کے لئے کوئی کوشش نہ کریں۔ یہ حد سے زیادہ زیادتی اور ظلم ہوگا۔ یہ پھول ہیں جن کو آپ نے چننا ہے۔ وہ کانٹے ہیں جن سے بچانے کے لئے نصائح کی جاتی ہیں۔ اس لئے اپنی بھلائی کا رستہ اختیار کریں خود آپ کا بھلا ہوگا۔
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''یہی سچا طریق گناہ سے بچنے کا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ پر کامل یقین پیدا کرے اور اس کے سزا و جزا دینے کی قوت پر معرفت حاصل کرے۔ یہ نمونہ گناہ سے بچنے کے طریق کے متعلق خدا نے ہماری فطرت میں رکھا ہوا ہے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اس اصول کو آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ کیا عجب آپ کو فائدہ پہنچے۔ (یعنی آسٹریلوی سیاح سے فرما رہے ہیں) اور چونکہ آپ سفر کرتے رہتے ہیں اور مختلف آدمیوں سے ملنے کا آپ کو اتفاق ہوتا ہے۔ آپ اُن سے اسے ذکر بھی کر سکتے ہیں۔''

فرمایا جس طرح پہلے نصیحت کی تھی کہ جو بھی اس نصیحت کو سنے آگے پہنچائے۔ تو مسافر کے اسباب کے پھیلنے کی طرح اس کے سامنے ایک بات رکھی اور اس سے ایک مضمون نصیحت کا نکالا اور پھر فرمایا کہ آپ چونکہ مسافر ہیں اور اکثر پھرتے رہتے ہیں اس لئے میں نے سوچا کہ آپ کے سامنے بات پیش کروں تاکہ آپ آئندہ دنیا میں جہاں بھی سفر کریں اس نصیحت کو آگے چلاتے رہیں۔

''یہ میری طرف سے آپ کو ایک تحفہ ہے اور میں ایسے تحفے دے سکتا ہوں۔ (جانے والے کو اچھی نصیحت سے بہتر کوئی تحفہ نہیں دیا جا سکتا جو اس کا زادِ راہ بن جائے۔ فرمایا:) یہ میری طرف سے آپ کو ایک تحفہ ہے اور میں ایسے تحفے دے سکتا ہوں۔ ہر شخص جو دنیا میں آتا ہے اس کا فرض ہونا چاہئے کہ دھوکے اور خطرہ سے بچے۔ پس گناہ کے نیچے ایک خطرناک اور تمام خطروں اور دھوکوں سے بڑھ کر ایک دھوکا ہے۔''

یہ وہ مخفی دل کی حالت ہے جو چھپی ہوئی ہے اور اکثر گناہ گار کی اپنی نظر سے چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ کوئی گناہ ظاہر ہو ہی نہیں سکتا جب کہ دل کے اندر چھپا ہوا گناہ موجود نہ ہو لیکن وہ دھوکا ہے، دھوکا ان معنوں میں کہ دکھائی نہیں دے گا انسان معین طور پر اس کی شناخت نہیں کر سکتا۔

’’میں آگاہ کرتا ہوں کہ اس سے بچنا چاہئے اور یہ بھی بتاتا ہوں کہ کیونکر بچنا چاہئے۔‘‘

(الحکم جلد 5 نمبر 46 صفحہ:3 مؤرخہ 17 دسمبر 1901ء)

(حضورؒ نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:)

اب چونکہ وقت ہو گیا ہے اس لئے ’’کیونکر بچنا چاہئے‘‘ پر ایک چھوٹا سا نشان ڈال لیں۔ ٹھیک ہے؟۔ ابھی نشان ڈال لیں تاکہ آئندہ پھر دھوکہ نہ ہو اور جو اقتباسات پڑھے جا چکے ہیں ان کی تھیلی ہی الگ کر لیں۔ ٹھیک ہے۔ جزاکم اللہ۔